Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 02, **Issue** 02, July-December 2023, **PP**: 184-194
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

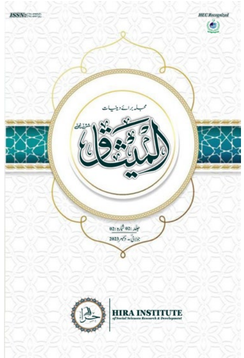

عہدِ رسالت اور عصرِ حاضر میں مقاصدِ تعلیم کا تقابلی و تجزیاتی مطالعہ

A Comparative and Analytical Study of the Objectives of Education in the Age of Prophet hood and the Modern Era

1. Asad Farooq asadf2398@gmail.com	*Research Scholor,* *Department of Islamic Studies,* *University of Poonch, Rawalakot AJK.*
2. Dr Abdul Rehman Khan drabdulrehmank@upr.edu.pk	*Assistant Professor,* *Department of Islamic Studies,* *University of Poonch, Rawalakot AJK.*

How to Cite:	Asad Farooq and Dr Abdul Rehman Khan. 2023: "A Comparative and Analytical Study of the Objectives of Education in the Age of Prophet hood and the Modern Era". *Al-Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 2 (02):184-194.		
Article History:	**Received**: 22-10-2023	**Accepted**: 10-11-2023	**Published**: 23-12-2023

Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

DRJI
ADVANCED SCIENCES INDEX
ADVANCED SCIENCE INDEX
CiteFactor Academic Scientific Journals
ASIAN Research Index
SCI
Google Scholar
تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ
ADL ASIAN DIGITAL LIBRARY
EuroPub
اشاریہ اردو جرائد

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

عہدِ رسالت اور عصرِ حاضر میں مقاصدِ تعلیم کا تقابلی و تجزیاتی مطالعہ

A Comparative and Analytical Study of the Objectives of Education in the Age of Prophet hood and the Modern Era

1. **Asad Farooq**
Research Scholor, Department of Islamic Studies, University of Poonch, Rawalakot, AJK.
asadf2398@gmail.com

2. **Dr Abdul Rehman Khan**
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Poonch, Rawalakot, AJK.
drabdulrehmank@upr.edu.pk

Abstract:

Allāh blessed Prophets with teachings for human guidance. Prophet Muhammad ﷺ is the last Prophet of *Allāh* and his teachings are also the last. The question is, what were the objectives of his teachings? And are the educational objectives of the present age compatible with education? Using the historical and analytical method of research and using the primary sources, it was proved that in the age Apostleship , factors related to the recognition of *Allāh*, rights, worship, polytheism, heaven, hell, Prophethood, morals, justice, residence, earth, universe, food, technical skills and scientific sciences were education's objectives .While in contemporary Muslim countries and especially in Pakistan, people and education aligned with Islamic philosophy of life, technical and scientific education, economic strength, promotion of religious values and educational right are objectives of education. By comparing, the result was that the objectives of contemporary education may be a partial form of educational objectives of age Apostleship, but not the complete harmony that the Muslim *Ummah* needs. It is necessary that individual and collective attention should be directed towards both types of goals and the national resources and priorities should be spent on religious goals just as they are spent on modern goals so that our education system becomes a means of achieving both types of goals. They will use it in national and religious interests. In this way, compatibility and harmony can be created between the educational goals of the Prophethood and the contemporary areas of education.

Keywords: *Education, Apostleship, Harmony, Objectives, Contemporary, Collective.*

تمہید

اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے اس دنیا میں انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ اس سلسلے کی آخری کڑی رسولِ اکرم ﷺ ہیں جن پر آخری الہامی کتاب قرآن مجید کا نزول ہوا۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں انسان کی پیدائش کا مقصد بھی بتایا کہ اس کو عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔ اسی مقصد کے پیش نظر اس کو اللہ رب العزت نے علم اور شعور کی نعمت سے نوازا۔ جب انسان کا مقصدِ حیات عبادت ہے تو پھر عبادت کیسے کی جائے ؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے انبیاء کرام اس دنیا میں بھیجے جنہوں نے آکر انسان کو اس کا اصل مقصد بتایا اور اصل مقصد کو پانے کے لیے مختلف طریقے بھی بتائے۔ وہ (طریقے) دراصل علم ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے آخری نبی و رسول ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سربراہ ریاست کا کردار بھی ادا کیا۔ آپ ﷺ نبی و رسول

ہی نہیں بلکہ حاکم، جج، وکیل، طبیب و منتظم حتیٰ کہ زندگی کے ہر شعبے میں ایک عملی مثال ہیں۔ تمام انبیاء کی مانند آپ ﷺ کی پیشِ نظر بھی مختلف الہامی مقاصد تھے جو تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کے ذریعے افرادِ امت تک پہنچائے گئے۔ زیرِ نظر مقالہ آپ ﷺ کے انہی مقاصدِ تعلیم اور دورِ حاضر کے مقاصدِ تعلیم کے تقابل و تجزیہ پر مشتمل ہے۔ ذیل میں عہدِ رسالت کے مقاصدِ تعلیم کا مرحلہ وار ذکر کیا جاتا ہے جس کے بعد عصرِ حاضر کے مقاصد سے ان کا موازنہ پیش کیا جائے گا۔

تخلیقِ انسانی کا اولین مقصد: عبادتِ الٰہی

قرآن مجید میں جن و انس کی تخلیق کا بنیادی مقصد اپنے رب کی عبادت کرنا بیان کیا گیا ہے جس کی قبولیت و عدم قبولیت کا انحصار مشیتِ الٰہی اور اس کے بتائے ہوئے طریقے پر ہے۔[1] انہی طرق کی تعلیم کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا جن کے فرائض میں سب سے اہم اللہ کے احکام کی تعلیم تھی۔ جب بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے تو اس مقصد کے لیے انسان کو کچھ اہداف قائم کرنے ہوں گے۔ انبیاء کرام نے اصل مقصد تک پہنچنے کے لیے اہداف بتائے جن کو استعمال کیے بغیر مقصد حقیقی تک پہنچنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اس طرح تعلیم کا پہلا اور بنیادی مقصد عبادت ٹھہرا۔

معیارِ نیابت

انسان کو علم کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا فرشتوں سے ذکر فرمایا تو فرشتوں نے انسان کو فسادی قرار دیتے ہوئے دنیا میں اس کے خوف ناک مستقبل کی پیش گوئی کرتے ہوئے یہ تجویز دی کہ یا اللہ ہم تیری تسبیح کے لیے کافی ہیں مزید کسی مخلوق کی ضرورت نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق فرما کر، انہیں علوم سے نواز کر اپنا نائب مقرر کر دیا اور علم بھی وہ عطا فرمایا جس سے فرشتے محروم تھے۔ ارشادِ الٰہی ہے کہ:

> وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً۔قَا لُوْاَتَجْعَلُ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي ٱلْأَرْضِ خَلِيفَةًۖ قَالُوٓاْ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ ٱلدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَۖ قَالَ إِنِّيٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ٥وَعَلَّمَ ءَادَمَ ٱلْأَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ فَقَالَ أَنۢبِـُٔونِي بِأَسْمَآءِ هَٰٓؤُلَآءِ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ.[2]

> اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا بے شک میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔ انھوں نے کہا کیا آپ اس کو بنائیں گے جو فساد کرے گا اور خون بہائے گا اور ہم آپ کی تعریف کے ساتھ تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہیں۔ فرمایا بے شک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اور آدم کو سب نام سکھلا دیے۔ پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ انسان کو زمین میں جو مقامِ نیابت حاصل ہے اس کا معیار علم ہے۔

احکامِ الٰہی سے وابستہ مقاصدِ تعلیم

خالق اور اشرف المخلوق کا تعلق ایک جداگانہ اور منفرد نوعیت کا حامل ہے۔ نیابتِ الٰہی کے اس تعلق کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت سے احکام عطا کیے اور بہت سے کاموں سے روک دیا۔ ان احکام کے بارے میں علم کا حصول ہر انسان پر لازم قرار دیا گیا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

> وَمَا كَانَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُواْ كَآفَّةًۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُواْ فِي ٱلدِّينِ وَلِيُنذِرُواْ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوٓاْ إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔[3]

اور مومنوں کے لیے مناسب نہیں کہ وہ ایک ہی وقت میں سب کے سب جہاد پر چلے جائیں۔ بلکہ انہیں چاہیے
کہ ان میں سے ایک گروہ جہاد پر جائے اور دوسرا دین کی گہری سمجھ حاصل کرے تاکہ جب جہاد والا (گروہ)
واپس آجائے تو یہ لوگ انذار کا فریضہ ادا کریں تاکہ وہ بھی گناہوں سے بچ سکیں۔

آیت میں علم کی فرضیت اور اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ لہٰذا احکامِ الٰہی کی تعلیم و تلقین علم کا ایک بنیادی مقصد ہے جس کے لیے ہمیشہ ایک جماعت مختص رہنی چاہیے۔

دنیاوی امور سے متعلق مقاصدِ تعلیم

خلافتِ ارضی ملنے اور زمین کو مسکن بنالینے کے بعد انسان کا تعلق دیگر انسانوں اور مخلوقات سے قائم ہوا جس کے نتیجے میں حقوق و فرائض کا نظام جنم لیتا ہے۔ اسی طرح زمین و متعلقاتِ زمین کا علم انسانیت کے لیے فوائد کے حصول اور مضرات سے بچاؤ کا ذریعہ بھی بنتا ہے اس لیے زمینی اشیاء اور دیگر امور کا علم بھی حصولِ تعلیم کا اہم مقصد ہے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ انسان نے زمین پر رہتے ہوئے اللہ کی عبادت کرنی ہے۔ زندہ رہنے کے لیے بیشمار چیزوں کی ضرورت ہے جو کہ اسی زمین پر ہی ہیں۔ چنانچہ زندہ رہنے کے لیے ان چیزوں کا علم بھی مقاصدِ تعلیم میں شام ہے اور قران وحدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے:

قُلْ سِيرُواْفِي ٱلْأَرْضِ فَٱنظُرُواْكَيْفَ بَدَأَ ٱلْخَلْقَ ثُمَّ ٱللَّهُ يُنشِئُ ٱلنَّشْأَةَ ٱلْأٓخِرَةَ۔[4]

کہو کہ زمین پر چل پھر کر دیکھو کیسے اللہ نے مخلوق کو پہلی دفعہ پیدا کیا پھر وہی اللہ ان کو دوبارہ پیدا فرمائے گا۔

سیر فی الارض کا مقصد انسان کو اللہ کی بنائی زمین میں غوروفکر اور اپنے لیے مضر و مفید اشیاء کا علم حاصل کرنا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ انسان کو زمینی عجائب میں غوروفکر اور مشاہدہ کی دعوت دیتے ہیں۔ اس میں کائنات سے متعلق دیگر چیزیں یعنی آسمان، سورج، چاند، ستارے اور بحر وبر وغیرہ سب شامل ہیں کہ سب میں غوروفکر بیش بہا فوائد و ثمرات کا باعث ہے۔

معرفتِ الٰہی

معبودِ برحق اور اپنے خالق کی معرفت وہ مقصد ہے کہ اگر انسان اس کو حاصل کرلے تو اس کے دیگر مقاصد خود بخود پورے یا کم از کم ان کا حصول آسان ہو جائے۔ اس معرفت کے حصول کی دعوت قرآن میں جابجا دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ الانفطار میں ارشادِ ربانی ہے کہ:

يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ۔[5]

اے انسان! تجھے کس چیز نے تیرے ربِ کریم سے دھوکے میں ڈال رکھا ہے؟

آیت میں صفتِ ربوبیت کے ساتھ شانِ کریمی کا تذکرہ پھر انسان کو غوروفکر کی دعوت مقصدِ حیات اور تعلیم کو واضح کرتی ہیں۔ انسان کو اس چیز کی متعدد بار دعوت دی گئی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ تعلیمی مقاصد میں یہ چیز سرفہرست رکھی جائے۔

شرک سے اجتناب

عہدِ نبوی ﷺ کی تعلیم کے مقاصد میں ایک مقصد خداشناسی تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان اپنے رب کو کم از کم کس حد تک پہچانے؟ یعنی اس کا کم از کم درجہ کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس کو کم از کم وحدہ لاشریک اور کامل ہونے کی حد تک پہچانے اور تسلیم کرے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اپنی معرفت یوں بیان فرماتے ہیں:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ۔وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔[6]

کہو کہ اللہ ایک ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔ نہ وہ خود کسی سے اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ اس کا کوئی ثانی نہیں۔

یہ سورت باری تعالیٰ کی پہچان کے معیار کا تعین کرتی ہے کہ وہ یکتا و بے نیاز ہے۔ اس کی مثل کوئی نہیں اور ہر طرح کی تمثیل و تجزی سے پاک ہے۔ لہٰذا تعلیمی مقاصد معرفتِ الٰہی کا یہ معیار فراہم نہ کر سکیں تو ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

رسالت و ختمِ نبوت

انسانوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے تقریباً سوا لاکھ انبیاء کرام علیہم السلام کو اس دنیا میں بھیجا۔ مختلف اوقات و اماکن میں انبیاء کرام کا نزول ہوتا رہا اور یہ سلسلہ رسولِ اکرم ﷺ پر اپنے اختتام کو پہنچا۔ قرآن پاک میں کئی مقامات ایسے ہیں جہاں صراحتاً یا اشارۃً آپ ﷺ کی ختمِ نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً:

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّنَ۔[7]

محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے والد نہیں مگر اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

یعنی نبی اکرم ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ نے جو تعلیم دی اس میں جو بنیادی مقاصد تھے ان میں ایک مقصد یہ بھی تھا کہ تمام انبیاء کی رسالت وبعثت پر ایمان رکھتے ہوئے آپ ﷺ کی ختمِ نبوت کو دل وجان سے تسلیم کیا جائے اور آپ کا لایا ہوا دستورِ حیات ہی آخری دستورِ حیات تسلیم کیا جائے۔ توحید و رسالت پر ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کو بھی من وعن تسلیم کیا جائے جن پر عمل رضائے الٰہی اور نتیجتاً جنت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

شیطانی وساوس سے بچاؤ کی تعلیم و دعا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا۔ اس کو علم بھی دیا اور خلیفہ بھی بنایا۔ تو پھر انسان کو اس تعلیم و تربیت کی ضرورت کیوں پڑی؟ انسان اپنے رب کی عبادت کرنے سے کیوں روگردانی کرتا ہے؟ اس کا جواب ہے کہ انسان کے ساتھ اول سے ہی شیطان کی دشمنی ہے۔ تخلیق کے بعد انسان کا مقام و مرتبہ ابلیس سے برداشت نہ ہو سکا۔ یہ دشمنی تا قیامت رہے گی۔ یہ انسان کو اللہ سے دور کرتا رہے گا اور ہر اُس کام میں رکاوٹ بنتا رہے گا جو کہ انسان کو اللہ کے ہاں عظمت تک پہنچانے کا سبب بنتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْن۔[8]

(شیطان) کہنے لگا کہ مجھے تیری عزت کی قسم ان کو گمراہ کرتا رہوں گا۔

شیطان انسان کو تا قیامت بہکاتا اور راہ راست سے ہٹاتا رہے گا۔ اس سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ شیطان انسان کا دشمن ٹھہرا، دوسرا یہ کہ شیطان اللہ کا دشمن ٹھہرا اور تیسری بات یہ کہ انسان اور اللہ کی کوئی قربت اور خاص تعلق ہے جس کی بنا پر شیطان ازل سے دشمنی پر آمادہ ہے۔ قرآن پاک میں شیطان کو سات مقامات پر "عَدُوٌّمُّبِين" کے نام سے متعارف کروایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے انبیاء کرام بھیجے جنہوں نے اپنی امت کو نہ صرف اس کے حملوں سے خبردار کیا بلکہ بچنے کے لیے مختلف دعائیں بھی تلقین فرمائیں۔ مثال کے طور پر:

وَقُل رَّبِّ أَعُوذُبِكَ مِنْ هَمَزَٰتِ ٱلشَّيَٰطِينِ۔وَأَعُوذُبِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ۔[9]

کہو اے میرے رب! میں شیطانی وساوس سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس سے کہ وہ میرے قریب بھی پھٹکے۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں انسان کو شیطان سے بچنے کی ہدایت کرتے ہیں اور اسی چیز کا ذکر نبی اکرم ﷺ کی مختلف دعاؤں میں ملتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ شیطانی وساوس سے بچاؤ کی تعلیمات تعلیمی نظم کا اہم حصہ تھیں۔

سماجی افادیت کے پہلوؤں کی تعلیمات

فرد معاشرے کی اولین اکائی ہے۔افراد کی انفرادی تعلیم وتربیت ہی معاشرتی استحکام کی علامت سمجھی جاتی ہے۔اس مقصد کے لیے افرادِ معاشرہ کو ایک قومیت قرار دینا،ان کے اندر وطن و دیگر افرادِ وطن کی محبت جاگزیں کرنا اور ملی وحدت کا جذبہ اجاگر کرنا نہایت اہم ہے۔ آپ ﷺ ایک ایسی قوم چاہتے تھے جو اللہ کی عبادت کرنے والی ہو، اللہ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے والی ہو، قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے کہ:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمّة وسطا۔[10]

اوراسی طرح ہم نے تمہیں ایک معتدل امت بنایا ہے۔

یعنی کہ ایک ایسی قوم جس کے عقائد و نظریات، اعمال واحکام یکساں ہوں۔ حضوا کرم ﷺ نے اپنی تعلیمات میں امت مسلمہ کو ایک قوم کا تصور دیا اور اس کا دیگر اقوام وادیان کے برعکس ایک الگ تشخص پیش کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کا ایک مقصد یہ تھا کہ ایک منضبط قسم کی قوم تیار ہو جو عقائد و نظریات میں باقی اقوام سے الگ ہو۔ قومیت کے اس تصور سے اس بات کا اظہار ہو گیا کہ تعلیماتِ نبوی ﷺ کا اطلاق ایک قوم پر ہو گا۔ اس قوم کے لیے زمین کے ایسے حصے کی ضرورت تھی جس پر وہ ان تعلیمات کو عملی جامہ پہنائیں۔ سب سے پہلے مکہ میں اس کی کوشش کی گئی۔ تاہم مشیتِ ایزدی سے مدینہ منورہ کا علاقہ منتخب ہوا۔ ایسا علاقہ جہاں ایک قوم آباد و احکام پر عمل پیرا ہو اس کا وطن کہلاتا ہے جس سے محبت ہر ذی شعور اور آزاد انسان کے قلب میں جاگزیں ہوتی ہے۔ یہ محبت اسلامی تعلیمات کے خلاف ہرگز نہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

اللهم حبب إلينا المدينة كحبنا مكة اواشد۔[11]

یا اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت ڈال دے جیسا کہ مکہ کی تھی یا اس سے بھی زیادہ۔

پتہ چلا کہ وطن سے محبت محمود و مطلوب ہے۔ ایک قوم اور وطن کا یہ تصور جب افراد کے اذہان میں راسخ ہو جائے تو پھر ان میں ملی وحدت پیدا ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ ایک ایسی شریعت لائے جس میں داخل ہونے والا بغیر کسی تعصب کے ایک وحدت کا حصہ بن جاتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَٱعۡتَصِمُواْ بِحَبۡلِ ٱللَّهِ جَمِيعٗا وَلَا تَفَرَّقُواْ ۔[12]

اور اللہ کی رسی کو تھامے رکھو، اور تفرقے میں نہ پڑو۔

اس تناظر میں "اللہ کی رسی" کی اصطلاح اللہ کے دین کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ یہ رشتہ ایک طرف تمام مومنین کو اللہ تعالیٰ سے جوڑتا ہے اور دوسری طرف ان کو ایک دوسرے سے جوڑتا ہے ۔جس معاشرے کے افراد ایسی راسخ اور ہمہ قسم کے تعصبات سے پاک نظریات کے حامل ہوں اس کا استحکام اور دوام یقینی بات ہے۔

بنیادی انسانی ضروریات کے حصول کی تعلیم وآگہی

بنیادی انسانی ضروریات میں خوراک، لباس، رہائش اور علاج معالجہ وغیرہ شامل ہیں۔خوراک کے بغیر انسان کا زندہ رہنا دشوار ہے۔ اسلامی احکام کے مطابق خوراک حلال ہونی چاہیے۔ حلال لقمے کا حصول فرض عین اور حرام باعثِ عذاب ہے۔ زندگی کے

لیے سامانِ زندگی یعنی خوراک کیسی ہو؟ اس کے لیے قرآن وسنت کی تعلیمات سے راہ نمائی ملتی ہے۔ قرآن پاک میں صرف معیشت کے اصول و ضوابط پر بے شمار آیات ہیں، کہیں مال جمع کرنے سے روکا گیا ہے، کہیں خرچ کرنے کی تلقین کی گئی ہے، کہیں مال سے بے جا محبت کو ناپسند کیا گیا ہے، کہیں مال کو انسانی ضرورت کہا گیا ہے۔ ان ساری باتوں کے ساتھ ساتھ ایک خاص فلسفہ سکھایا گیا ہے بل کہ لفظ " قُل " کہہ کر یہ سمجھایا گیا کہ اپنے اصحاب کو سمجھادیں کہ رزق کی فراخی و تنگی منجانب الٰہی ہے:

قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ ٱلرِّزْقَ لِمَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ وَيَقْدِرُ لَهُۥ۔[13]

کہہ دیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے روزی بڑھاتا اور جس کی چاہے کم کرتا ہے۔

غربت اور رزق کی فروانی صرف اللہ کی مرضی کے مطابق ہے اور انسان کے ذمے صرف وہ رزق کھانا یا استعمال کرنا ہے جس کی چند شرائط کے ساتھ اللہ تعالیٰ اجازت دیتا ہے۔ اس طرح ان شرائط (حلال و حرام) کا علم حاصل کرنا انسان کے لیے لازم ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کا ایک مقصد یہ تھا کہ امتِ مسلمہ کو ایسی تعلیم دی جائے جس کی بہ دولت وہ رزق حلال حاصل کر سکے جس کی مثال درج ذیل حدیث سے ملتی ہے:

طَلَبُ كسب الْحَلالُ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةُ ۔[14]

رزق حلال طلب کرنا فرائض کے بعد اہم فرض ہے۔

دوسری بنیادی ضرورت رہائش ہے جس سے متعلق تعلیمات قرآن وسنت میں ملتی ہیں۔ عہدِ رسالت میں تعلیم کے مقاصد میں یہ چیز بھی شامل تھی کہ انسان اپنی رہائش کے متعلق جان سکے۔ مثلاً قرآنی تعلیمات میں گھر کا نقشہ کچھ اس طرح ہے:

وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ۔[15]

وہ پہاڑوں کو تراش کر اپنے گھر تعمیر کرتے امن سے رہتے تھے۔

قرآنی آیات کی مانند احادیث میں بھی رہائش اور اس کے متعلقات کا ذکر ملتا ہے۔ آپ ﷺ کا سادہ سے حجرے میں رہنا، آپ ﷺ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گھروں کی تعمیر کرنا وغیرہ یہ درس دیتے ہیں کہ جب تک کسی خلافِ شرع امر کا ارتکاب نہ پایا جائے رہائش کا مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے تاہم اس میں سادگی اختیار کرنا کثیر فوائد کا باعث ہے۔ نبی کا ہر فعل امت کے لیے مشعل راہ ہوتا ہے۔ حجرے میں رہ کر اُمت کو سکھا دیا کہ حجرہ انسان کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت کے تحت ہی ہونا چاہیے۔

انسانی اقدار اور اخلاقِ حسنہ کی تعلیم

کسی بھی شخصیت کا عکس اس کے اخلاق و اقدار کی کیفیت کو دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ اخلاق و اقدار کے اعلیٰ معیار پر فائز ہیں۔ آپ کے اخلاق کے متعلق ارشادِ ربانی ہے کہ:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ۔[16]

اور یقیناً آپ اخلاقِ حسنہ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کے اخلاق حمیدہ کی تعریف بیان ہوئی ہے۔ دوسری جانب آپ ﷺ کی مبارک زندگی امت کے لیے بہترین نمونہ ہے چنانچہ انسانی اقدار کے ضمن میں بھی آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ معیار اور قابلِ تقلید ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ [17]

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں جو کہ امت کو عملی طور پر سکھا رہے ہیں کہ اخلاق ہی میری تعلیم کا مقصد ہے۔ اسی طرح اسلام نے حقوق انسانی پر بڑی توجہ دی ہے اور ان حقوق میں ایک عدل و انصاف بھی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُ بِٱلْعَدْلِ وَٱلْإِحْسَـٰنِ وَإِيتَآئِ ذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ وَٱلْبَغْىِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔ [18]

یقیناً اللہ حکم دیتا ہے عدل اور احسان کا، رشتہ داروں کو عطا کرنے کا اور روکتا ہے بے حیائی، برائی اور سرکشی سے۔ نصیحت کرتا ہے تمہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اس مختصر اور جامع آیت میں تین عوامل پر بات ہوئی ہے جن پر پورے معاشرتی نظام کی درستگی کا انحصار ہے۔ پہلی چیز عدل جو دوسروں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے، دوسری احسان اور تیسری صلہ رحمی ہے۔ ان تمام امور کا تعلق اخلاقِ حسنہ اور اعلیٰ ترین انسانی اقدار سے ہے۔ انفرادی و اجتماعی سطح پر یہ رویے معاشرتی استحکام کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ رسالت کے تعلیمی نظام میں ان امور کی تعلیم بنیادی مقاصد میں شامل تھی۔

معاصر ضروریات کا ادراک

وقت کا بدلتا دھارا اپنے ساتھ کئی تبدیلیاں لاتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ ایک چیز سابقہ ادوار میں ضروری نہ ہو تاہم آج وہ ایک اہم اور بنیادی ضرورت کا روپ دھار چکی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ وقتی ضرورت اور زمان و مکان احکامِ شرع پر اثر انداز ہوتے ہیں جس کی واضح مثال عرف کی اعتباریت کی شکل میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اس ضرورت کے پیشِ نظر اسلام نہ صرف روایتی علوم کے حصول کی دعوت دیتا ہے بلکہ مختلف سائنسی و فنی علوم جو دورِ حاضر میں ایک اہم ضرورت بن چکے ہیں کا حصول بھی تعلیمی مقاصد میں شامل فرماتا ہے۔ آپ ﷺ کا صحابہ کو دیگر زبانیں سیکھنے کا حکم، غزوہ احزاب میں خندق کی کھدائی اور آپ ﷺ کا وفود سے ملاقات کے لیے مخصوص لباس تیار فرمانا اور زیبِ تن کرنا یہ وہ مثالیں ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ ہر دور کی ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس میں کمال حاصل کیا جائے۔ لہٰذا کوئی بھی فن یا ہنر جو حیاتِ انسانی کی بقاء کے لیے ضروری ہو سیکھنا سکھانا قابلِ مذمت نہیں بلکہ محمود و مطلوب ہے۔ قرآنی آیات سے بھی یہی تعلیم ملتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

وَعَلَّمَ ءَادَمَ ٱلْأَسْمَآءَ كُلَّهَا۔ [19]

اور اس (اللہ) نے آدم کو تمام اسماء کا علم دیا۔

اشیاء کے عموم میں تمام چیزیں شامل ہیں جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ تمام اشیاء کا علم پہلے انسان کو من جانبِ الٰہی عطا کر کے آنے والوں کو اس کے حصول کی ترغیب دی گئی۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ:

وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يَـٰجِبَالُ أَوِّبِى مَعَهُۥ وَٱلطَّيْرَ ۖ وَأَلَنَّا لَهُ ٱلْحَدِيدَ۔ [20]

اور بے شک ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے نعمت دی، اے پہاڑوں اور پرندوں اس کے ساتھ تسبیح کرو۔ اور ہم نے اس کے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔

لوہے کو آپ علیہ السلام کے لیے نرم کر دینا اور اس سے مختلف اشیاء بنانے کا ہنر عطا فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ دینی علوم کے ساتھ ساتھ دیگر فنی اور سائنسی علوم کا حصول قابلِ تحسین ہے۔ موجودہ دور سائنس و ٹیکنالوجی کا دور ہے لہٰذا اس میدان میں مہارت حاصل کرنا بنیادی تعلیمی مقاصد میں شامل ہونا ضروری ہے تاکہ اقوامِ عالم کے ساتھ مقابلہ اور برابری کی جا سکے۔

عہدِ رسالت کے مقاصد کا معاصر تعلیمی مقاصد سے تقابل

عصرِ حاضر میں بے شمار اقوام اس دنیا میں آباد اور ہر ایک کا اپنا نظامِ تعلیم اور بنیادی مقاصد ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نظام تعلیم کو نظریہ پاکستان یعنی اسلامی نظریہ حیات کے عین مطابق ترتیب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ پاکستان کا حصول صرف اسلامی نظریہ حیات کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کے نظریات، عقائد و رسومات وغیرہ برصغیر میں آباد دیگر اقوام سے مختلف ہیں، اس لیے انہیں ایک الگ وطن کی ضرورت ہے جہاں وہ اپنی مرضی سے دین اسلام کے مطابق زندگی گزار سکیں، ایسی حکومت بنائیں جو اسلامی نظریہ کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے انتظامات کرے۔ چنانچہ 1947 میں قیامِ پاکستان کے سال ہی تعلیمی کانفرنس منعقد کی گئی جس میں کچھ مقاصد طے پائے جو کہ درج ذیل ہیں:

- تعلیم اور افراد کو اسلامی نظریہ حیات سے ہم آہنگ کرنا۔
- معاشرتی جمہوریت اور معاشرتی انصاف کو فروغ دینا۔
- ہمہ گیر لازمی ابتدائی تعلیم کا اہتمام۔
- بالغوں کی تعلیم کا انتظام کرنا۔
- سائنسی اور تکنیکی تعلیم پر خاص توجہ دینا۔
- مذہبی تعلیم کو لازمی قرار دینا۔
- فرد کو معاشی آسودگی سے ہمکنار کرنا۔
- فرد کی شخصیت کی نشوونما کرنا اور بہتر زندگی کی صلاحیت پیدا کرنا۔
- فرد کو معاشرے کا بہترین رکن بنانا اور روحانی اقدار کو فروغ دینا۔
- نوجوانوں میں جمہوریت کی بنیادی قدروں کو ذہن نشین کرانا۔[21]

ان مقاصد تعلیم پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ تمام نہ صرف عہدِ رسالت کے تعلیمی مقاصد کے مطابق بلکہ انہی کی معاصر تفہیم و تطبیق پر مشتمل ہیں۔ البتہ بد قسمتی سے ان مقاصد میں سے دنیاوی حیثیت کے حامل مقاصد کو فوقیت اور اہمیت دی جا رہی ہے جبکہ دینی حیثیت کے حامل مقاصد کو وہ توجہ اور اہمیت نہیں دی جا رہی جس کے وہ حق دار ہیں۔ ملکی وسائل اور ترجیحات زیادہ تر اول الذکر مقاصد پر صرف ہو رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انفرادی و اجتماعی توجہ دونوں طرح کے مقاصد کی جانب مبذول کرائی جائے اور ملکی وسائل اور ترجیحات جس طرح دنیاوی مقاصد پر صرف کیے جا رہے ہیں دینی مقاصد پر بھی صرف کیے جائیں تاکہ ہمارا نظامِ تعلیم دونوں طرح کے مقاصد کی تکمیل اور حصول کا ذریعہ بنے۔ یوں معاشرے کو ایسے افراد میسر آئیں گے جو دینی و دنیاوی علوم میں مہارت رکھتے ہوں گے اور اپنی تمام تر توانائیاں انفرادی بہتری کے ساتھ ملکی و دینی مفاد میں استعمال کریں گے۔ اس طرح عہدِ رسالت کے مقاصدِ تعلیم اور معاصر مقاصدِ تعلیم میں مطابقت اور ہم آہنگی بھی پیدا کی جا سکے گی۔

حاصل و نتائج بحث

مذکورہ مقالہ میں عہدِ رسالت اور دورِ حاضر کے مقاصدِ تعلیم کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ تاریخی و تجزیاتی طریقہ تحقیق اپناتے اور بنیادی مصادر سے استفادہ کی روشنی میں یہ نتائج سامنے آتے ہیں کہ تخلیقِ انسانی کا بنیادی مقصد عبادتِ الٰہی ہے اور دنیا میں اسے خالق کی نیابت حاصل ہے۔ یہ دونوں حیثیتیں دنیا میں اس کے مقاصدِ حیات کا تعین کرتی ہیں۔ پہلی جہت سے توحید و رسالت پر

ایمان، عبادات و معاملات ہر ایک میں اطاعتِ الٰہی اور اس کے اوامر کی تعمیل ضروری ہے۔ لہٰذا تعلیمی نظام میں ان امور کو بنیادی حیثیت حاصل ہوگی۔ دوسری جہت کا تقاضا ہے کہ انسان دیگر انسانوں کے ساتھ اپنے رویوں اور حقوق و فرائض کی ادائیگی یقینی بنائے اور ساتھ ساتھ وہ تمام علوم و فنون حاصل کرے جو وقت کا تقاضا اور بقائے انسانی کے لیے ضروری ہوں۔ سائنسی علوم ہوں یا ملکی قوانین کی روشنی میں دیگر علوم ہر ایک کا حصول جائز حد تک اور دینی حدود و قیود کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اہم ہے۔ کوئی بھی تعلیمی نظام دونوں حیثیتوں کے ادراک اور مقاصد کی تکمیل کی صورت میں ہی مثالی بن سکتا ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ افراد کی مساعی اور ملکی وسائل دونوں طرح کے مقاصد کے حصول میں صرف ہوں تاکہ دین و دنیا کا حسین امتزاج اور دارین میں امتیازی مقام حاصل ہو سکے۔

سفارشات

- عہدِ رسالت کی تعلیمی پالیسی پر مبنی مواد پر مشتمل کتب کی لازمی تعلیم کو فروغ دیا جائے۔
- معاصر مقاصد کو عہدِ رسالت کے مقاصدِ تعلیم سے ہم آہنگ کرنے کے لیے انفرادی و اجتماعی سطح پر کوششیں کی جائیں۔
- تعلیمی پالیسی کی تشکیل کے لیے ایسے افراد کی خدمات لی جائیں جو دونوں طرح کے مقاصد سے بخوبی آگاہ اور حکمتِ عملی کی تشکیل کی مکمل صلاحیت رکھتے ہوں۔
- دینی و دنیاوی مقاصد کی واضح تفہیم اور ہر ایک کا دائرہ کار عوام الناس کے لیے بخوبی واضح کیا جائے تاکہ وہ دونوں کے حدود و قیود کو سمجھ کر ان کے حصول کی کوشش کریں۔
- دونوں طرح کے مقاصد کے حصول کے لیے ملکی وسائل کا صحیح اور متوازن استعمال کیا جائے تاکہ کوئی پہلو تشنہ اور عدم توجہی کا شکار نہ رہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 سورۃ الزاریات 65:51۔

2 سورۃ البقرۃ 31:2، 30۔

3 سورۃ التوبہ 122:9۔

4 سورۃ العنکبوت 20:29۔

5 سورۃ الانفطار 6:82۔

6 سورۃ الاخلاص 1:112 تا 4۔

7 سورۃ الاحزاب 40:33۔

8 سورۃ ص 82:38۔

9 سورۃ المومنون 98:23، 97۔

10 سورۃ البقرۃ 143:2۔

11 البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (ریاض: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب فضائل المدینۃ، باب کراھیۃ النبی ﷺ ان تعری المدینۃ، رقم الحدیث: 1889۔

12 سورۃ آل عمران 103:3۔

13 سورۃ سبا34:39۔

14 التبریزی، محمد بن عبد اللہ، **مشکوٰۃ المصابیح**، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ،2019ء)،کتاب البیوع،باب فی کسب الحلال، رقم الحدیث:2781۔

15 سورۃ الحجر15:82۔

16 سورۃ القلم68:4۔

17 سورۃ الاحزاب33:21۔

18 سورۃ النحل16:90

19 سورۃ البقرۃ2:31۔

20 سورۃ سبا34:10۔

21 وزارتِ تعلیم، حکومتِ پاکستان، **رپورٹ متعلقہ تعلیمی کانفرنس**، منعقدہ کراچی، نومبر تا یکم دسمبر1947ء۔